

ریاست پاکستان میں غربت کے سیاسی و اقتصادی اسباب: قرآن و حدیث اور عمر بن
عبدالعزیزؓ کے فلاحی اقدامات کے تناظر میں تحقیقی مطالعہ

**Political and Economic Causes of Poverty in the State of
Pakistan: A Research Study in the Light of the Qur'an and
Hadith and the Welfare Reforms of Caliph
'Umar ibn Abd al-Aziz (RA)**

Dr. Navid Iqbal

Assistant Professor,

Department of Hadith & Hadith Sciences, AIOU, Islamabad

Email: navid.iqbal@aiou.edu.pk

Abstract

Poverty represents a profound and pervasive challenge of the modern era, extending far beyond mere scarcity of financial resources to encompass the erosion of human dignity, social stability, economic equilibrium, and moral values. This article examines this comprehensive conception of poverty in the light of the Holy Quran, the Prophetic Sunnah, Islamic history particularly the era of Caliph Umar bin Abdul Aziz (may Allah be pleased with him) and the contemporary socio-economic context of Pakistan. The study elucidates that the primary causes of poverty prominently include political instability, opaque policymaking, weak enforcement of law, inequitable distribution of resources, lack of sustainable planning, and inflation.

The article highlights that Islam views poverty not merely as an individual affliction but as a state responsibility, providing practical principles for its eradication such as social justice, a structured system of Zakat and charities, the Bayt al-Mal, endowments (Awqaf), incentives for labor, and societal welfare. Historical evidence demonstrates that when a state upholds justice, integrity, and political stability, poverty can be effectively eliminated, whereas oppression, corruption, and incompetence breed economic distress. Likewise, a sustainable solution to poverty in Pakistan lies not in transient relief measures but in transparent governance rooted in Islamic principles, supremacy of law, long-term planning, and development of human capital.

Keywords: Poverty, State Responsibility, Umar bin Abdul Aziz, Islamic Economic System, Rule of Law, State of Pakistan

تمہید

انسانی تاریخ کے اوراق فقر و احتیاج کی داستانوں سے بھرے پڑے ہیں۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے جو کسی نہ کسی صورت میں ہر دور، ہر معاشرے اور ہر تہذیب کے ساتھ وابستہ رہی ہے۔ اس کڑوی حقیقت نے صدیوں کے دوران اقوام اور افراد دونوں کی زندگیوں کے دھارے کو گہرے طور پر متاثر کیا ہے۔ جاہلیت کے دور میں، جب فقر و ناداری انسان کو بت پرستی کی طرف مائل کرتی اور قبائلی طاقت کو کمزور کر دیتی تھی اس دور سے لے کر جدید عہد تک، جہاں غربت دائمی افلاس، تباہ کن بے روزگاری اور معاشی عدم تحفظ کی صورت میں جلوہ گر ہے، یہ مسئلہ مسلسل انسانی معاشروں کو درپیش رہا ہے۔

پاکستان جیسے ترقی پذیر ممالک میں یہ مسئلہ ایک مرکزی اور سنگین چیلنج کی حیثیت اختیار کر چکا ہے، کیونکہ یہ کروڑوں انسانوں کی روزمرہ زندگی کو بری طرح متاثر کرتا ہے اور ان کے مستقبل کے ساتھ ساتھ سماجی و معاشی استحکام کے لیے بھی شدید خطرہ بن چکا ہے۔ غربت محض مالی وسائل کی کمی کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک ہمہ جہت محرومی ہے جو انسان سے اس کے بنیادی حقوق جیسے تعلیم، صحت، سماجی وقار اور بہتر مستقبل کی امید چھین لیتی ہے۔ پاکستان میں یہ محرومی مختلف صورتوں میں نمایاں ہے، مثلاً، بازاروں میں بھیک مانگنے والے کم عمر بچے اور بچیاں، کارخانوں اور بھٹوں میں کام کرنے والے کم عمر بچے، سیلابوں اور قدرتی آفات کے نتیجے میں بے گھر ہو کر ہجرت کرنے والے داخلی مہاجرین، افرادی قوت کی مہارتوں میں کمی، اور خوراک و رہائش کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ، بنیادی ضروریات کے حصول سے محروم افراد جیسے مسائل اور وجوہات سے ہمارا معاشرہ بھر اڑا ہے۔

غربت یعنی فقر و فاقہ کا مفہوم

لغت عرب میں لفظ "غربت" کئی معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے:

- 1- بزرگی کے معنی میں، جیسے، وَالْغَرْبُ غَرْبٌ بَقَرِيٍّ قَارِضٌ¹
- 2- اختتام کے معنی میں جیسے کہا جاتا ہے: غَرْبُ كُلِّ أَمْرٍ آخِرُهُ²
- 3- بعید کے معنی میں، جیسے کہا جاتا ہے: غَرْبٌ يُغْرِبُ إِذَا بَعُدَ³

اصطلاحی طور پر غربت اس حالت کو کہتے ہیں جب کوئی فرد یا خاندان اپنی بنیادی ضروریات جیسے خوراک، لباس اور رہائش کو مناسب حد تک پورا کرنے سے قاصر ہو۔ قرآن کریم میں غربت کیلئے "فقر" اور "مسکنت" کے الفاظ کثرت سے استعمال ہوئے ہیں۔ "غریب" اور "فقیر" وہ ہے جو بنیادی ضروریات پوری کرنے کا اہل نہ ہو، جب

کہ "مفلس یا مسکین" وہ ہے جو کسی مجبور یا بیماری کی وجہ سے کسب معاش سے عاجز ہو یا اس نش مال ضائع ہو گیا اور وہ قرضوں میں اس قدر پھنس گیا ہے کہ اپنے دیون کی ادائیگی پر قادر نہیں۔

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ﴾⁴

صدقات تو بس فقیروں، مسکینوں، زکوٰۃ وصول کرنے والے عاملین، جن کی دلجوئی مطلوب ہو، غلاموں کی آزادی، قرض داروں، اللہ کی راہ میں اور مسافروں کیلئے اللہ کی طرف سے تم (مالداروں) پر فرض ہیں۔

دوسری آیت میں فرمایا:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ﴾⁵

اسی طرح کئی احادیث مبارکہ میں بھی غربت اور افلاس سے پناہ مانگنے کے ساتھ امت کو اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ غربت سے پناہ مانگا کرو کیونکہ غربت بعض اوقات انسان کو کفر کی طرف بھی لے جاتی ہے⁶ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"اللهم إني أعوذ بك من الفقر، والقلّة، والذلة، وأعوذ بك من أن أظلم أو أظلم"⁷

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ان الفاظ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے پناہ مانگی ہے:

"اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُوعِ فَإِنَّهُ يُنْسِنَ الصَّحِيحُ، وَمِنَ الْخِيَانَةِ فَإِنَّهَا يُنْسِنُ الْبِطَانَةُ"⁸

غرض یہ کہ رسول اللہ ﷺ نہ صرف امت کو اس کی تعلیم دی ہے بلکہ آپ کی بنیادی تعلیمات کے ساتھ ساتھ آپ نے ریاست مدینہ میں غربت اور فقر و فاقہ کے خاتمے کے لئے عملی اقدامات بھی کئے ہیں۔ آپ نے بیت المال کے قیام، زکوٰۃ و صدقات کے نظام کے ذریعے سے مستحق افراد کی ہر ممکن مدد کی ہے۔ آپ کی عملی اقدامات کی ایک اعلیٰ مثال مہاجرین اور انصار کے مابین مواخات کا قیام ہے جس کی نظر آج تک دنیا پیش نہ کر سکی۔ درحقیقت دین اسلام نے فقر و افلاس کو محض ایک مالی مسئلہ قرار نہیں دیا، بلکہ اسے ایک ہمہ گیر انسانی مسئلہ سمجھا ہے، جس کا حل مالی تعاون کے ساتھ ساتھ سماجی عدل کے قیام، اخلاقی تربیت اور روحانی اصلاح میں مضمر ہے۔ اسی بنا پر اسلام نے معاشرے کے صاحب ثروت طبقے سے وسائل کو زکوٰۃ، صدقات، صدقہ فطر، ایثار اور راہ خدا میں انفاق کے ذریعے نادار طبقے تک منتقل کرنے کی ترغیب دی، تاکہ سماجی انصاف کا توازن قائم رہے۔ اسی طرح حلال کمائی کو، بالخصوص محنت مزدوری کو، فضیلت دے کر لوگوں کو رزق کے حصول کے لیے مشقت اور جدوجہد پر آمادہ کیا۔ اسلامی دور خلافت میں اوقاف اور بیت المال جیسے ادارے قائم کیے گئے جو فقراء کی کفالت اور ان کی بنیادی ضروریات کی فراہمی میں نہایت مؤثر ثابت ہوئے۔ نیز اخوت اور باہمی نگرانی کو اسلامی معاشرے کی اساس قرار دیا

گیا، تاکہ ہر فرد اپنے بھائی کی خبر گیری کرے۔ اسلام نے اسراف اور فضول خرچی سے سختی کے ساتھ منع کیا، تاکہ دولت محفوظ رہے اور اسے تعمیری اور پیداواری کاموں میں صرف کیا جاسکے۔ ریاست کی سطح پر غربت کے خاتمے کے لیے ضروری ہے کہ نادار طبقے کو تعلیم اور ہنر سکھا کر خود کفیل بنایا جائے۔ بیماری کی صورت میں غریب انسان علاج کے اخراجات برداشت نہیں کر پاتا اور قرض لینے پر مجبور ہو جاتا ہے، اس لیے ہر شہری کو بنیادی طبی سہولیات کی فراہمی ناگزیر ہے۔ اگرچہ بے روزگاری الاؤنس، پنشن اور غذائی امدادی کارڈز غربت کا مکمل خاتمہ نہیں کر سکتے، تاہم وہ اس کے منفی اثرات کو کم ضرور کر دیتے ہیں۔ اگرچہ یہ وقتی ہوتے ہیں ہمیں بحیثیت قوم اور ریاست کے ایسے اقدامات کی ضرورت ہے کہ غربت جیسے سنگین مسئلے کو ختم کرنے کے لئے ٹھوس اقدامات اٹھائیں۔

سیاسی عدم استحکام اور غربت میں اضافہ

سیاسی عدم استحکام کسی بھی معاشرے کی معیشت اور اس کی جامع ترقی کے لیے زہر قاتل ہے، کیونکہ یہ عوامی پالیسیوں میں انتشار، اصلاح کے سلسلے کی رکاوٹ، اور ریاست و معاشرے کے درمیان اعتماد کی کمی کا باعث بنتا ہے۔ یہ منفی اثرات آج کے ترقی پذیر ممالک میں خاص طور پر واضح ہیں، جہاں حکومتوں کی بار بار تبدیلیاں، پارلیمنٹوں کا تحلیل ہونا، اور قانون ساز اداروں کی عدم تسلسل ایک ایسا سیاسی و معاشی عدم یقین پیدا کرتی ہے جو براہ راست عوام کی زندگی اور معیار زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اس حقیقت کے بالمقابل، خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیزؒ کا دور عدل پر مبنی سیاسی استحکام کا ایک منفرد تاریخی نمونہ پیش کرتا ہے، جس نے معاشی خوشحالی اور غربت کے خاتمے میں گہرا کردار ادا کیا۔ انہوں نے 99ھ میں خلافت سنبھالی، جب اموی ریاست انتظامی ظلم اور طبقاتی تفاوت کا شکار تھی، مگر صرف دو سال و نصف کے مختصر دور میں حکمرانی اور معیشت کی بنیادوں میں گہرا انقلاب برپا کر دیا۔

ان کے دور کا سیاسی استحکام منہج کی وضاحت، فیصلہ سازی کی وحدت، اور اقتدار کی کشمکش کی عدم موجودگی پر قائم تھا۔ خلیفہ نے اپنی حکومت کو مستحکم کرنے یا مخالفین کو ہٹانے میں وقت ضائع نہ کیا، بلکہ فوراً ریاست کی اصلاح، مظالم کی تلافی، اور انصاف کے قیام میں مصروف ہو گئے۔ نتیجتاً، قانون سازی اور عمل درآمد منظم ہوا، اور معاشی پالیسیاں ایک واضح و مستحکم رہنمائی کے تحت چلنے لگیں، جس سے ریاست نے اپنے وسائل کا موثر استعمال کیا۔ مورخین کے مطابق ان کی ابتدائی کاوشیں یہ تھیں:

1۔ ظلم کے ذریعے چھینے گئے حقوق کی واپسی۔

2۔ ظالم والیوں کی برطرفی اور صالح و اہل کی تعیناتی۔

ابن عبدالحکم فرماتے ہیں:

"فلم يترك عمر بن عبد العزيز مظلمةً إلا ردّها، ولا عاملاً ظالماً إلا عزله"⁹

عدم استحکام کی صورت حال میں مقامی و غیر ملکی سرمایہ کار اپنی سرمایہ کاری سے گریز کرتے ہیں یا موجودہ سرمایہ واپس لے لیتے ہیں، جس سے نئی صنعتیں قائم نہیں ہوتیں اور موجودہ منصوبے محدود رہ جاتے ہیں۔ حکومتی طویل مدتی پروجیکٹس رک جاتے ہیں، تعمیراتی کام متوقف یا شدید تاخیر کا شکار ہوتے ہیں، اور اکثر پچھلی حکومتوں کے منصوبے معاشی وجوہات کی بجائے سیاسی دشمنی سے منسوخ کر دیے جاتے ہیں، جو قومی وسائل کے ضیاع کا سبب بنتا ہے۔

اس کے برعکس، عمر بن عبد العزیز کے دور میں سیاسی استحکام نے عوامی پالیسیوں کی تسلسل کو ممکن بنایا۔ بیت المال کے فنڈز کو شرعی مصارف میں منتقل کیا گیا اور زکوٰۃ کو غربت کے علاج کی معاشی و سماجی آلہ بنادیا گیا۔ اس نتیجے میں زراعت و تجارت کو فروغ ملا، حقیقی معیشت پروان چڑھی، اور وسیع روزگار کے مواقع پیدا ہوئے، یہاں تک کہ بہت سے علاقوں میں غربت غائب ہو گئی۔

یحییٰ بن سعید روایت کرتے ہیں:

"بعثني عمر بن عبد العزيز على صدقات إفريقية، فكنت أطوف أطلب الفقراء لأعطيهم، فلم أجد أحداً"¹⁰

فرماتے ہیں کہ مجھے افریقہ میں کوئی فقیر شخص نہیں ملا جس کو میں صدقہ دیتا۔

عمر بن عبد العزیز نے والیوں پر سخت نگرانی کی اور انہیں لکھا:

"إذا دَعَاكَ هَوَاكُ إِلَى ظَلَمِ النَّاسِ، فَادْكُرْ قَدْرَةَ اللَّهِ عَلَيْكَ"¹¹

یعنی جب آپ کا نفس آپ کو لوگوں پر ظلم کرنے کی طرف دعوت دے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت کو یاد کریں۔ عمر بن عبد العزیزؓ کی اس نگرانی اور نصیحت کا یہ اثر ہوا کہ قومی خزانے کو لوٹنے کا سلسلہ بند ہوا۔ عمر بن عبد العزیزؓ کے دور میں سیاسی استحکام نے اصلاحات کے فوری و مسلسل نفاذ کی مضبوط بنیاد فراہم کی، جس کا براہ راست اثر عوام کی زندگی پر پڑا۔ مثلاً؛ معیار زندگی بہتر ہوا، طبقاتی خلیج کم ہوئی، اور ریاست غربت کے علاج سے آگے بڑھ کر صدقات قبول کرنے والوں کی تلاش میں مصروف ہو گئی۔ جبکہ اس کے برعکس بہت سے ترقی پذیر ممالک جس میں پاکستان بھی شامل ہے جو کہ سیاسی عدم استحکام کا شکار ہیں۔ اس لئے پارلیمانی نظام کی بار بار تبدیلی، ریاستی اداروں کے مابین تنازعات اور عدم اعتماد، عوامی پالیسیوں کی عدم تسلسل کی بناء پر عوام میں خوشحالی کی بجائے

غربت کی شرح میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ملکی سطح پر سرمایہ کاروں کی ہچکچاہٹ، طویل مدتی ترقیاتی منصوبوں کی بندش، اور وسائل کے ضیاع کا باعث بنتا ہے۔ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ:

"إن الله يقيم الدولة العادلة وإن كانت كافرة، ولا يقيم الدولة الظالمة وإن كانت مسلمة"¹²

اللہ تعالیٰ عدل کرنے والی ریاست کو قائم رکھتا ہے خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو، اور ظلم کرنے والی ریاست کو قائم نہیں رکھتا خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔

ابن تیمیہ کا اشارہ اس طرف ہے کہ اللہ کی نصرت کی تائید عدل سے جڑی ہے، نہ کہ محض اسلام کے دعویٰ یا دینی نعروں سے۔ عدل کا قیام الہی سنت ہے جو ریاستیں قائم رکھتی ہے، سلطان کو مستحکم کرتی ہے، اور عوامی مصالح کی حفاظت کرتی ہے۔ چاہے حکمران کافر ہی کیوں نہ ہو۔ کافر حاکم اگر رعایا پر عدل کرے تو اس ریاست کا استحکام ہوتا ہے، جبکہ مسلمان ظالم کی سلطنت زوال پذیر ہو جاتی ہے۔ دراصل یہ اصول محض نظری نہیں، بلکہ اسلامی تاریخ سے اخذ شدہ ہے۔ خلافت راشدہ، امویہ اور عباسی دور گواہ ہیں کہ عدل سے سیاسی استحکام، معاشی خوشحالی اور عوامی سکون ملتا ہے، جبکہ ظلم سے ریاست بکھر جاتی ہے۔ عمر بن عبد العزیز کے دور میں غربت کی کمی کوئی استثنائی حالات کا نتیجہ نہ تھی، بلکہ عدل پر مبنی سیاسی استحکام، دیانت اور بہترین انتظامیہ کی پیداوار تھی۔ جبکہ آج کی غربت کی شدت سیاسی انتشار اور معاشی انصاف کی کمی سے جڑی ہوئی ہے۔ لہذا، عمر بن عبد العزیز کے دور سے سبق حاصل کرنے کے لیے سیاسی اصلاح معاشی اصلاح سے پہلے ضروری ہے، جو سلطنت کو اس بنیادی فریضے کی طرف لوٹائے یعنی انسانی کی خدمت اور اس کی کفایت کی طرف۔

ابن خلدون نے ریاستی سطح پر عدل کے فقدان اور ظلم و زیادتی کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"الظلم مؤذن بخراب العمران"¹³

ظلم آبادی کی تباہی کا اعلان ہوتا ہے۔ ابن خلدون کے نزدیک "عمران" صرف عمارتوں کا نام نہیں بلکہ مکمل سماجی، معاشی اور سیاسی نظام کا عنوان ہے، اور ظلم اس پورے نظام کو اندر سے کھوکھلا کر دیتا ہے۔ اسی لیے یہ قول تاریخ اور عصر حاضر دونوں میں ریاستوں کے عروج و زوال کو سمجھنے کے لیے ایک بنیادی اصول کی حیثیت رکھتا ہے۔

غیر شفاف پالیسی سازی

کسی بھی ملک کی ترقی اور استحکام کا انحصار صرف قدرتی وسائل یا مالی دولت پر نہیں ہوتا، بلکہ اس کی اصل بنیاد موثر پالیسی سازی، درست منصوبہ بندی اور عادلانہ نظام حکمرانی ہے۔ اسلام ایک جامع نظام حیات کی حیثیت

سے اجتماعی اور ریاستی امور میں واضح رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ قرآن کریم اور سنت نبوی ﷺ میں ایسے اصول موجود ہیں جو اگر پالیسی سازی کی اساس بن جائیں تو کسی بھی معاشرے کو ترقی، خوشحالی اور استحکام کی راہ پر گامزن کیا جاسکتا ہے۔

قرآن کریم نے عدل و انصاف کو ریاستی نظم کی بنیاد قرار دیا ہے، کیونکہ وہی سماجی توازن اور باہمی اعتماد کو جنم دیتا ہے۔ اسی طرح امانت اور ذمہ داری کا تقاضا ہے کہ پالیسی سازی اہل علم، دیانت دار اور صاحب بصیرت افراد کے سپرد کی جائے، نہ کہ ذاتی مفادات یا وقتی دباؤ کے تحت فیصلے کیے جائیں۔ مزید برآں، اسلام اجتماعی معاملات میں شوریٰ کو بنیادی اصول مانتا ہے، کیونکہ مشاورت سے مرتب کی گئی پالیسیاں زیادہ مؤثر اور دیرپا ہوتی ہیں۔

قرآن مجید میں فرمایا:

"إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ" ¹⁴

یعنی امانتیں اہل امانت کو لوٹاؤ اور لوگوں میں فیصلہ کرو تو عدل سے کرو۔

قرآن میں فرمایا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ" ¹⁵

زرعی پالیسیاں اگر چھوٹے کسانوں کی بجائے جاگیر داروں کو فائدہ دیں تو اسی سے غربت بڑھتی ہے، اور صنعتی پالیسیاں نئی ٹیکنالوجی نہ فروغ دیں تو روزگار محدود رہتا ہے۔ جیسا کہ پاکستان میں ہو رہا ہے۔ قرآن میں فرمایا:

"وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ" ¹⁶

(آپس میں ایک دوسرے کے مال کو باطل اور ناحق طریقے سے نہ کھاؤ)۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے زراعت کو فروغ دیا، ظالمانہ ٹیکس ختم کیے اور زکوٰۃ سے غربت دور کی، جس سے ملکی معیشت نے پروان چڑھی۔ پاکستان کو اسی طرز پر متوازن پالیسیاں بنانے کی اشد ضرورت ہے۔

سنت نبوی ﷺ میں اعلیٰ درجے کی منصوبہ بندی، اہلیت اور عوامی فلاح کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ہجرت مدینہ اور غزوہ خندق جیسے مواقع اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ دور اندیش تدبیر اور مشاورت ہی کامیاب حکمت عملی کی ضمانت ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے نااہل افراد کو ذمہ داریاں سونپنے کو قومی زوال کی علامت قرار دیا اور حکمرانوں کو رعایا کے حقوق کا نگہبان بتایا ہے۔ چنانچہ جب پالیسیاں عدل، امانت، شوریٰ اور عوامی مفاد پر مبنی ہوں تو معاشی استحکام پیدا ہوتا ہے، سرمایہ کاری بڑھتی ہے، بے روزگاری اور غربت میں کمی آتی ہے۔ اس کے برعکس،

غیر شفاف اور غیر موثر پالیسی سازی بد عنوانی، وسائل کے ضیاع اور سماجی بے چینی کو جنم دیتی ہے، جو کسی بھی ریاست کی ترقی کے لیے زہر قاتل ثابت ہوتی ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے:

"إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عِنْدَ اللَّهِ عَلَىٰ مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ، عَنْ يَمِينِ الرَّحْمَنِ عَزَّ وَجَلَّ۔۔۔"¹⁷
 "عدل کرنے والوں کو قرب الہی میں نور کے منبر ملیں گے جو رحمان کے دائیں طرف ہوں گے۔
 رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إِذَا وُصِدَ الْأَمْرُ إِلَىٰ غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ"¹⁸

(جب نا اہل شخص کو کوئی ذمہ داری مل جائے پھر قیامت کے برپا ہونے کا انتظار کریں) یعنی اب نا اہل شخص سے خیر کی بجائے شر ہی پھیلے گا۔ اس لئے ملکی معیشت تب خراب ہوتی ہے جب کسی ادارے کا انتظام کسی نا اہل کے ہاتھوں میں چلا جاتا ہے۔ جیسا کہ اس وقت ریاست پاکستان کے اکثر اداروں کی بھاگ ڈور نا اہل اور سفارشی افراد کے ہاتھوں میں ہے۔ جس کی وجہ سے حکومتی ادارے ترقی کی بجائے تنزلی کا شکار ہیں۔

ایک روایت میں آپ علیہ السلام نے فرمایا:

"كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ"¹⁹

اس حدیث کی روشنی میں پالیسی سازی کا مقصد صرف حکومتی مفاد نہیں بلکہ عوامی فلاح، روزگار، تعلیم، صحت اور بنیادی سہولیات کی فراہمی ہونا چاہیے۔ یہ اصول پالیسیوں کو عوامی فلاح پر مرکوز کرنے کا حکم دیتا ہے، نہ کہ طبقاتی مفادات پر۔ غیر شفاف پالیسی سازی میں عوامی نمائندگی غائب ہوتی ہے، بجٹ مخصوص علاقوں تک محدود رہتا ہے، اور فنڈز بروقت جاری نہ ہونے سے تعلیم، صحت، آبپاشی اور صاف پانی جیسی بنیادی ضروریات متاثر ہوتی ہیں۔

قانون پر عملدرآمد کا نہ ہونا

پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں غربت کا بڑھتا جانا اس امر کی واضح اور چشم کشا علامت ہے کہ ریاستی نظام میں کہیں نہ کہیں بنیادی نوعیت کا خلل موجود ہے۔ اس حقیقت کے باوجود کہ پاکستان قدرتی وسائل کی فراوانی، وافر افرادی قوت اور اعلیٰ اسلامی نظریاتی بنیادوں کا حامل ملک ہے، غربت میں مسلسل اضافہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہاں قانون کی بالادستی پوری موثریت کے ساتھ قائم نہیں ہو سکی۔ جہاں قانون کی گرفت کمزور پڑ جاتی ہے، وہاں طاقت ور طبقات مزید مضبوط ہو جاتے ہیں اور کمزور طبقہ مزید پسماندگی کا شکار ہو جاتا ہے، جس کا نتیجہ غربت، محرومی اور غیر متوازن معاشی ڈھانچے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

قانون کی عدم عمل داری اور غربت کا باہمی تعلق

ریاست کا اولین فریضہ یہ ہے کہ وہ عدل و انصاف قائم کرے اور قانون کو بلا امتیاز اور بلا تفریق نافذ کرے۔ پاکستان میں قانون کی عدم عمل داری کے باعث بد عنوانی، اقربا پروری، ذخیرہ اندوزی، سودی نظام، ٹیکس چوری اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم جیسے عوامل فروغ پاتے ہیں، جن کا سب سے بھاری بوجھ غریب طبقے کو اٹھانا پڑتا ہے۔ قرآن کریم نے نہایت صراحت کے ساتھ عدل کے قیام کو ریاست کی ذمہ داری قرار دیا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ جب تک قانون پوری قوت کے ساتھ نافذ نہیں ہوتا، غربت اور معاشی ناہمواری کا خاتمہ ممکن نہیں۔ ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾²⁰

جب ریاست عدل کے تقاضے پورے نہیں کرتی تو دولت چند ہاتھوں میں سمٹ جاتی ہے اور معاشرے کا بڑا طبقہ بنیادی ضروریات سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ یہی کیفیت آج پاکستان میں نمایاں طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔ اسلامی ریاست میں قانون کا اصل مقصد دولت کی منصفانہ تقسیم اور کمزور طبقے کا تحفظ ہے۔

﴿كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ﴾²¹

تاکہ وہ دولت تمہارے مالداروں کے درمیان (ہی) گردش کرنے والی نہ ہو جائے۔ اسی طرح پاکستان میں اگر حقیقی معنی میں زکوٰۃ و صدقات کے نظام کو شفاف بنایا جائے اور سود نظام سے مکمل چھٹکارا پایا جائے تو کافی حد تک غربت میں کمی لائی جاسکتی ہے۔ کیونکہ اس وقت بہت سارے غیر مستحقین زکوٰۃ بھی زکوٰۃ اور صدقات کے اموال تعلقات کی بناء پر لی رہی ہے۔ اس کی وجہ عدم شفافیت کا ہونا ہے۔

قانون کی بالادستی کے حوالے سے ہمیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث یاد رکھنی کی ضرورت ہے جس میں آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے تو بھی ان کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔²² یہ حدیث اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ قانون کی غیر جانبدارانہ عمل داری ہی معاشرتی انصاف اور معاشی توازن کی ضامن ہے۔ پاکستان میں اگر طاقت ور اور کمزور کے لیے ایک ہی قانون ہو تو غربت کے بہت سے اسباب خود بخود ختم ہو سکتے ہیں۔

لیکن آج پاکستان میں قانون صرف غریبوں کے لئے ہے مالدار تو رشوت دے کر اپنے آپ کو بچا لیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے مالی بد عنوانیاں دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔

خلیفہ راشد حضرت عمرؓ کی دور خلافت کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اگر دریا فرات کے کنارے کتا بھی اگر بھوک سے مر جا گیا تو عمر اس کا ذمہ دار ہو گا"²³

یہ ریاستی افراد کی احساس ذمہ داری کی بہترین مثال ہے کہ جب حاکم کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہوگا تو ملک میں غربت اور فاقہ نہیں ہوگا۔

اسی طرح مورخین نے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی دور خلافت کے بارے میں لکھا ہے کہ بازاروں میں آوازیں دی جاتی کہ کوئی زکوٰۃ لینے والا ہے وہ آجائیں لیکن کوئی لینے والا نہیں ہوتا تھا۔
 "كان يُنادى في الأمصار: أين الفقراء؟ فلا يُوجد من يأخذ الزكاة"²⁴

وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم اور غربت

پاکستان میں وسائل کی تقسیم کا نظام اس وقت غربت اور معاشی بد حالی کے فروغ کا سب سے بڑا سیاسی عامل بن چکا ہے، کیونکہ ان وسائل کی غیر منصفانہ اور غیر عادلانہ تقسیم دائمی غربت کے بنیادی اسباب میں شمار ہوتی ہے۔ یہ صورت حال اس وقت مزید پیچیدہ ہو جاتی ہے جب سیاسی قوتیں اپنے اثر و رسوخ کو بروئے کار لا کر پالیسیوں کا رخ اپنے ذاتی مفادات کی جانب موڑ دیتی ہیں، جس کے نتیجے میں عوامی وسائل مخصوص با اثر طبقات کی نجی ملکیت بن کر رہ جاتے ہیں۔ جب بجلی، پانی، زمین اور سرکاری ملازمتوں جیسے بنیادی وسائل کا بڑا حصہ سرمایہ دار اور مقتدر اثر افیہ کے محدود طبقے میں تقسیم کر دیا جاتا ہے تو معاشرے کی اکثریت مکمل طور پر محرومی کا شکار ہو جاتی ہے، جس سے سماج میں واضح طبقاتی تقسیم جنم لیتی ہے اور معاشرتی خلیج مزید گہری ہو جاتی ہے۔

دیہی علاقوں میں قدیم جاگیر دارانہ اور ظالمانہ نظام اب تک قائم ہے، جہاں بڑے زمیندار زیادہ تر زمینوں کے مالک ہوتے ہیں اور پانی سمیت دیگر وسائل کی تقسیم پر مکمل اختیار رکھتے ہیں، جب کہ چھوٹے کسانوں کو ان وسائل تک رسائی سے محروم رکھا جاتا ہے۔ دوسری جانب شہری علاقوں میں مافیاز اور سیاسی ایجنٹ بلدیاتی اداروں اور سرکاری محکموں میں اپنے اثر و رسوخ کے ذریعے وسائل پر قابض ہو جاتے ہیں اور انہیں عوام کی نجی سطح تک پہنچنے نہیں دیتے۔ یہ عناصر اپنی سیاسی طاقت استعمال کر کے قوانین اور پالیسیوں میں اپنے حق میں تبدیلیاں کرواتے ہیں، عوامی وسائل کو ضبط کر کے انہیں ذاتی منافع کے ذرائع میں تبدیل کر دیتے ہیں۔

اس کی ایک نمایاں مثال زمین کی غیر منصفانہ تقسیم ہے، جہاں بڑے زمیندار وسیع رقبوں پر اجارہ داری قائم کر لیتے ہیں اور چھوٹے کاشتکاروں کو ان کا جائز حق دینے سے انکار کر دیتے ہیں، جیسا کہ ناکام زرعی اصلاحات کے مختلف ادوار میں واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ اسی طرح پانی کے وسائل، خواہ وہ دریا ہوں یا نہریں، انہی با اثر افراد کے کنٹرول میں رہتے ہیں جو انہیں اپنے ذاتی کھیتوں کی طرف موڑ دیتے ہیں اور پڑوسی کسانوں کو محروم رکھتے ہیں۔ سرکاری ملازمتوں کی تقسیم بھی اہلیت کے بجائے سیاسی وابستگی اور خاندانی تعلقات کی بنیاد پر کی

جاتی ہے، جس سے غربت میں اضافہ ہوتا ہے اور اہل و قابل افراد مواقع سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ان تمام عوامل کے نتیجے میں چھوٹے کسان، مزدور اور کم آمدنی والے شہری بنیادی سہولتوں—جیسے بجلی، صاف پانی اور مناسب رہائش سے محروم رہتے ہیں۔ اس محرومی کا براہ راست اثر تعلیم، صحت کی سہولیات اور دیگر عوامی خدمات پر پڑتا ہے، یوں غربت ایک مسلسل دائرے میں داخل ہو جاتی ہے جو روز بروز مزید گہرا ہوتا چلا جاتا ہے، اور جہالت، بیماری اور ترقی سے دوری کو جنم دیتا ہے۔ یہ صورت حال بالآخر کھلے سیاسی استحصال کی شکل اختیار کر لیتی ہے، جہاں غریب عوام کو انتخابات میں محض ”ووٹ بینک“ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، جب کہ وسائل کی منصفانہ تقسیم اور ان تک آزادانہ رسائی جیسے بنیادی حقوق کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ نتیجتاً بد عنوانی کو تقویت ملتی ہے اور حقیقی اصلاحات کی امیدیں معدوم ہوتی چلی جاتی ہیں۔

حکومتی پالیسیوں میں پائیدار منصوبہ بندی کی کمی اور غربت کا مسئلہ

پاکستان اس وقت گہرے سماجی اور معاشی چیلنجز کا سامنا کر رہا ہے، اور طویل مدتی منصوبہ بندی کی کمزوری ان بحرانوں کو مزید گہرا کرنے والے اہم عوامل میں سے ایک ہے۔ متواتر حکومتیں افراد کی فوری اور عارضی ضروریات پوری کرنے پر مرکوز ہوئی ہیں، جیسے نقد امداد اور فوری معاونت، بجائے اس کے کہ مستقل اور پائیدار منصوبوں کو اپنایا جائے جو مسائل کی جڑوں کو کاٹنے اور طویل مدتی جامع ترقی کو یقینی بنائیں۔

یہ قلیل مدتی پالیسیاں بعض اوقات تکلیف کو کم تو کر دیتی ہیں، مگر غربت، بے روزگاری یا بنیادی سہولیات کی کمی کو ختم نہیں کرتیں۔ بل کہ یہ ریاست پر مسلسل انحصار کو مستحکم کر دیتی ہیں اور پیداواری صلاحیت اور محنت کی روح کو کمزور کر دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ، اسٹریٹجک وژن کی کمی عوامی وسائل کے ضیاع کا باعث بنتی ہے اور تعلیم، صحت، توانائی، زراعت اور صنعت کے شعبوں میں مضبوط انفراسٹرکچر کی تعمیر روک دیتی ہے۔ اس نقطہ نظر کی خطرناکی یہ ہے کہ یہ مستقل مسائل کے لیے عارضی حل پیدا کرتا ہے، جبکہ حقیقی ترقی صرف سائنسی مطالعہ پر مبنی پائیدار منصوبہ بندی سے حاصل ہوتی ہے جو قومی ترجیحات کا تعین کرے، انسانی سرمائے کو ترقی کا مرکز بنائے۔ اسلام نے بھی منصوبہ بندی، کمال اور نتائج پر غور کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ²⁵

اس آیت میں عام ہدایت دی گئی ہے جو زندگی کے تمام شعبوں، بشمول معاشی اور سماجی امور، میں تیاری کا حکم دیتی ہے۔

اس مسئلے کا حقیقی علاج قلیل مدتی پالیسیوں سے ہٹ کر طویل مدتی اسٹریٹجک منصوبہ بندی کی طرف منتقلی ہے، جو درج ذیل طریقوں سے ممکن ہے:

- 1- واضح اور قابل عمل اہداف پر مبنی پائیدار ترقیاتی منصوبے تیار کرنا، جو حکومتی تبدیلیوں سے قطع نظر جاری رہیں۔
- 2- تعلیم اور پیشہ ورانہ تربیت میں سرمایہ کاری کر کے افراد کو خود انحصاری کی صلاحیت دینا، بجائے عارضی امداد پر انحصار کے۔

- 3- اچھی گورننس اور شفافیت کو مضبوط بنانا تاکہ عوامی وسائل کا منصفانہ اور موثر استعمال یقینی ہو۔
- 4- زراعت، صنعت اور توانائی کے پیداواری منصوبوں کی حمایت کر کے مستقل روزگار کے مواقع پیدا کرنا اور قومی معیشت کو مستحکم کرنا۔

- 5- اسلامی ہدایات سے استفادہ کرتے ہوئے سماجی انصاف کو یقینی بنانا، جیسا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: "كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ"²⁶۔
- یہ حکم قریب اور دور مدتی بنیادوں پر امت کی فلاح کی ذمہ داری پر واضح زور دیتا ہے۔

افراط زر اور اشیاء خود نوش کی قیمتوں میں اضافہ

مہنگائی موجودہ دور میں پاکستانی معاشرے کو درپیش سنگین ترین معاشی چیلنجز میں سے ایک ہے۔ بنیادی صارف اشیاء کی قیمتوں میں مسلسل اضافے نے افراد کی قوت خرید کو بری طرح متاثر کیا ہے، بالخصوص کم آمدنی والے طبقات اس سے سب سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں۔ یہ اضافہ اب محض تعیشاتی اشیاء تک محدود نہیں رہا، بلکہ غذائی اجناس، توانائی اور ادویات تک پھیل چکا ہے، جس کے نتیجے میں ایک عام شہری کی روزمرہ زندگی مزید مشکل اور پیچیدہ ہو گئی ہے۔²⁷

پاکستان میں مہنگائی کے کئی اسباب ہیں، جن میں مقامی پیداوار کی کمزوری، درآمدات پر حد سے زیادہ انحصار، روپے کی قدر میں کمی، تجارتی خسارہ اور ناقص معاشی نظم و نسق نمایاں ہیں۔ اس کے علاوہ سیاسی بحران اور حکومتی عدم استحکام نے بھی اس مسئلے کو مزید سنگین بنا دیا ہے۔ صارف اشیاء کی قیمتوں میں شدید اضافے نے گہرے سماجی اثرات مرتب کیے ہیں، جن میں غربت کی شرح میں اضافہ، طبقاتی خلیج میں وسعت اور معاشرے کے ایک بڑے حصے کا بنیادی ضروریات سے محروم ہو جانا شامل ہے۔ بہت سے خاندان مناسب غذا، تعلیم اور صحت کی سہولیات فراہم کرنے سے قاصر ہو چکے ہیں، جس سے سماجی استحکام کو خطرہ لاحق اور خاندانی نظام کمزور پڑتا جا رہا ہے۔

اسلام بلا جواز مہنگائی اور اشیاء کی ذخیرہ اندوزی کو سماجی ظلم قرار دیتا ہے۔ شریعت نے لوگوں کے رزق میں نقصان پہنچانے سے سختی سے منع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ﴾²⁸

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ"²⁹

یہ نصوص اس امر کی واضح دلیل ہیں کہ لالچ اور بدانتظامی کے نتیجے میں قیمتوں میں اضافہ اسلامی معاشی عدل کے اصولوں کی صریح خلاف ورزی ہے۔

بازاروں پر موثر نگرانی کا فقدان، طویل المدتی معاشی منصوبہ بندی کی کمی، اور بنیادی اصلاحات کے بجائے عارضی حلوں پر انحصار یہ سب عوامل قیمتوں میں مسلسل اضافے کا سبب بنتے ہیں۔ مزید برآں صنعت اور زراعت جیسے پیداواری شعبوں کی مناسب سرپرستی نہ ہونے کے باعث پاکستانی منڈی بیرونی اتار چڑھاؤ اور درآمدی لاگت میں اضافے کے سامنے بے بس نظر آتی ہے۔ مہنگائی اور قیمتوں میں اضافے سے نمٹنے کے لیے ایک جامع حکمت عملی اختیار کرنا ناگزیر ہے، جس میں مقامی پیداوار کا فروغ، بازاروں کا موثر نظم، ذخیرہ اندوزی کی روک تھام اور وسائل کی منصفانہ تقسیم شامل ہو۔ اسی طرح پیداواری شعبوں میں سرمایہ کاری اور کمزور طبقات کے لیے ہدفی معاونت قلیل المدتی عمومی سبسڈی کے بجائے زیادہ موثر ثابت ہو سکتی ہے۔ اسلامی معاشی فکر بھی توازن اور عدل پر زور دیتی ہے۔ ابن خلدون نے حضرت عمر بن خطابؓ کا قول نقل کیا ہے:

"لو استقبلت من أمري ما استدبرت، لأخذتُ فضولَ أموالِ الأغنياءِ فقسمتُها في فقراءِ المهاجرين"³⁰

اگر مجھے اپنے معاملے میں از سر نو غور کا موقع ملتا تو میں مالداروں کے زائد اموال لے کر مہاجرین کے فقراء میں تقسیم کر دیتا۔

خلاصہ و نتائج

زیر نظر مقالہ غربت کے مسئلے کو محض ایک معاشی مشکل کے بجائے ایک ہمہ جہت سماجی، سیاسی، اخلاقی اور انتظامی بحران کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اس میں قرآن و سنت، اسلامی تاریخ — خصوصاً خلفائے راشدین اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور — اور عصر حاضر بالخصوص پاکستان کے حالات کی روشنی میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ غربت کی جڑیں سیاسی عدم استحکام، غیر شفاف پالیسی سازی، قانون کی کمزور عمل داری، وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم،

ناقص منصوبہ بندی اور مہنگائی جیسے عوامل میں پیوست ہیں۔ ذیل میں مقالے کے خلاصہ اور نتائج کو نکات کی صورت میں پیش کرتا ہوں:

1. غربت صرف مالی کمی نہیں بلکہ تعلیم، صحت، وقارِ انسانی اور مواقع سے محرومی کا نام ہے، جو فرد اور معاشرے دونوں کو کمزور کرتی ہے۔
2. قرآن و حدیث میں فقر و مسکنت کو ایک سنجیدہ سماجی مسئلہ قرار دے کر اس کے خاتمے کے لیے زکوٰۃ، صدقات، بیت المال، محنت اور عدل پر مبنی نظام دیا گیا ہے۔
3. سیاسی انتشار، پالیسیوں کا عدم تسلسل اور ادارہ جاتی کشمکش براہِ راست غربت میں اضافے، سرمایہ کاری کی کمی اور معاشی زوال کا سبب بنتی ہے۔
4. عمر بن عبد العزیزؒ کا دور اس حقیقت کی روشن مثال ہے کہ سیاسی استحکام، عدل اور دیانت کے ذریعے قلیل مدت میں غربت کا خاتمہ ممکن ہے۔
5. جب پالیسیاں ذاتی و طبقاتی مفادات پر مبنی ہوں تو وسائل ضائع ہوتے ہیں، بد عنوانی بڑھتی ہے اور غربت میں کمی کے بجائے اضافہ ہوتا ہے۔
6. قانون کا طاقتور اور کمزور پر یکساں اطلاق نہ ہونا دولت کے ارتکاز، استحصال اور غربت کے تسلسل کو جنم دیتا ہے، جو اسلامی اصولِ عدل کے منافی ہے۔
7. جاگیر دارانہ نظام، سیاسی اثر افیہ اور مافیاز کے ہاتھوں وسائل کا ارتکاز عوام کی اکثریت کو بنیادی سہولیات سے محروم کر دیتا ہے۔
8. عارضی امدادی پروگرام غربت کو کم نہیں کرتے بلکہ انحصار بڑھاتے ہیں؛ اصل حل تعلیم، ہنر، پیداواری شعبوں اور طویل مدتی حکمتِ عملی میں ہے۔
9. اشیائے ضروریہ کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ قوتِ خرید کو ختم کر کے لاکھوں افراد کو غربت کی لکیر سے نیچے دھکیل دیتا ہے، جو سماجی استحکام کے لیے خطرہ ہے۔
10. خلاصہ کلام یہ ہے کہ غربت کا مؤثر خاتمہ صرف اسی وقت ممکن ہے جب سیاسی اصلاح، عدل پر مبنی حکمرانی، شفاف پالیسی سازی، قانون کی بالادستی، منصفانہ وسائل کی تقسیم اور اسلامی معاشی اصولوں کو یکجا کر کے عملی سطح پر نافذ کیا جائے؛ محض دعوے یا وقتی اقدامات اس سنگین مسئلے کا حل نہیں بن سکتے۔

حواشی

- ¹ ابو عمرو شیبانی، اسحاق بن مرار، کتاب الجیم، الہدیۃ العامہ لشؤون المطالع الامیریہ، 1/42۔
- ² ابو منصور ثعالی، عبد الملک بن محمد، فقہ اللغة و سر العربیۃ، احیاء التراث العربی، 1/30۔
- ³ ابو احمد عسکری، حسن بن عبد اللہ، تصحیفات المحدثین، المطبعة العربیۃ الحدیث، 1/266۔
- ⁴ سورة التوبة، آیت، 60۔
- ⁵ سورة البقرة، آیت، 155۔
- ⁶ الطبرانی، المعجم الاوسط، حدیث رقم، 4044۔
- ⁷ ابو داؤد، السنن، باب فی الاستعاذۃ، حدیث رقم، 1544۔
- ⁸ النسائی، السنن، باب الاستعاذۃ من الخیائۃ، حدیث رقم، 5471۔
- ⁹ ابن عبد الحکم، سیرۃ عمر بن عبد العزیز، ص: 61۔
- ¹⁰ ابن سعد، الطبقات الکبری، 5/342۔
- ¹¹ ابو نعیم الاصبہانی، حلیۃ الاولیاء، 5/281۔
- ¹² ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی، 28/146۔
- ¹³ ابن خلدون، المقدمة، ص، 286۔
- ¹⁴ سورة النساء، آیت، 58۔
- ¹⁵ سورة النساء، آیت، 155۔
- ¹⁶ سورة البقرة، آیت، 188۔
- ¹⁷ امام مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الامارۃ، حدیث رقم، 1827۔
- ¹⁸ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، حدیث رقم، 59۔
- ¹⁹ امام بخاری، الجامع الصحیح، حدیث رقم، 2554۔
- ²⁰ سورة النحل، آیت، 90۔
- ²¹ سورة الحشر، آیت، 7۔
- ²² امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحدود، حدیث رقم، 6788۔
- ²³ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 7/134۔

- ²⁴ ابن الجوزی، سیرۃ عمر بن عبدالعزیز، ص، 132۔
- ²⁵ سورۃ الانفال، آیت، 60۔
- ²⁶ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاحکام، حدیث رقم، 7138۔
- ²⁷ عالمی بینک کی پاکستانی معیشت سے متعلق رپورٹس، 2023
- ²⁸ سورۃ الاعراف، آیت، 85۔
- ²⁹ امام مسلم، الجامع الصحیح، باب تحریم الاحکام، حدیث رقم، 4122۔
- ³⁰ ابن خلدون، مقدمۃ، باب العدل الاجتماعي والمال، دار الفکر، بیروت۔ مزید دیکھیں: ابن حزم الاندلسی، المحلی بالآثار، 6/156۔